بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ عمل بالحدیث

ترجمہ رسالہ : تحفة الانام فی العمل بحدیث النبی علیہِ الصلاۃ والسلام

مصنفہ : للعلامۃ الشیخ محمد حیات السندھی المدنی، المتوفی ۱۱۶۳ھ

مترجم: ابوعبدالکبیر محمد عبدالجلیل السامرودی رحمۃ اللہ علیہ

تمام تعریفیں اُس خدا کی ذات کیلئے مخصوص ہیں جس نے ہمیں احکاموں کی پہچان سے شرف بخشا، درود اور سلام نازل ہو مخلوق کے سردار پر اور انکی آل واصحاب پر جو عمدہ سردار تھے۔ اما بعد یہ رسالہ ہے حدیث پر عمل کرنے کے بارے میں۔ وہ حدیثیں جو عمل کے قابل ہیں وہ صحیح لنفسہ اور لغیرہ اور حسن لنفسہ اور حسن لغیرہ ہیں۔ قرآن اور احادیث پر ہیں، حدیثوں پر عمل کرنے کی رغبت سے اللہ میاں فرماتے ہیں ''جسے تم کو رسول دے اُسے لیلو اور جس سے منع کرے اُس سے باز آجاؤ۔'' اور فرمایا ''بیشک تمھارے لئے رسول ﷺ میں اقتدا اچھی ہے۔'' اور فرمایا ''مت کرو پکارنا رسول کا آپس میں جیسے تم ایک دوسرے کو پکارا کرتے ہو۔'' اور فرمایا ''نہیں لائق ہے کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو کہ جب خدا اور اسکا رسول کسی معاملہ میں فیصلہ فرمادیں تو انھیں خودمختاری ہو۔'' اور فرمایا ''اے محمد ﷺ تیرے پروردگار کی قسم ہے ایمان والے نہیں ہونگے جبتک آپکو اپنے جھگڑوں میں حکم نہ بنائینگے۔ پھر آپکے فیصلہ کو بلا چوں وچرا کئے اور جی میں کھٹکا لائے تسلیم نہ کرلیں گے۔'' اور فرمایا ''ایسے لوگوں سے بچتے رہو جو آپکے ارشادوں کا خلاف کرتے ہیں۔ کہیں فتنہ یا عذاب الیم انھیں نہ پہنچ پڑے۔'' اس کے علاوہ اور بھی آیات ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میری سنت کو اور خلفاء راشدین خداوندی ہدایت والوں کے طریقہ کو مضبوط پکڑو۔ اور فرمایا جس نے میرے طریقہ سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں۔ دارمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا۔ انھوں نے کہا تم ڈرتے نہیں کہ خداوند کا عذاب آجائے تم پر یا زمین میں دھنسا دیئے جاؤ اس سبب سے کہ تم کہتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور فلاں صاحب نے یوں فرمایا۔ ان سے مروی ہے انھوں نے اُس آدمی سے کہا کہ جو ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم کے اقوال لعارضہ میں پیش کرتا تھا کہ میں تو کہتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور تو کہتا ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے یہ

فرمایا۔ سنن دارمی میں عمر بن عبد العزیزؒ سے مروی ہے۔ انھوں نے کہا کہ اللہ کی کتاب میں کسی کی رائے کو دخل نہیں ائمہ کی رائے تو اس جگہ ہوتی ہے جہاں اور جس چیز میں قرآن نہیں اُترا نہ ہی اسمیں سنت رسول اللہ ﷺ سے وارد ہو۔ اور وارد ہوا ہے کہ ابو ہریرہؓ نے ابن عباسؓ سے کہا کہ میں جب رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کروں تو پھر مثالیں معارضہ میں مت پیش کیا کرو۔ ترمذی نے روایت کیا ہے ابو السائب نے کہا میں وکیعؒ کے پاس تھا ایک راوی قیاس کے معتقد سے انھوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے پچھنے اونٹ کی کوہان پر لگائے تھے اور ابو حنیفہؒ کہتے ہیں یہ مثلہ ہے اس آدمی نے وہ ابراہیم نخعیؒ سے بیان کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا ہے کہ یہ مثلہ ہے۔ ابو السائب کہتے ہیں میں نے وکیعؒ کو دیکھا کہ وہ بہت ہی غصہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ میں تجھ سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور تو کہتا ہیکہ ابراہیمؒ نے یہ کہا۔ تو اس قابل ہے کہ تجھے جیل میں ڈالا جائے اور جیل میں جب تک تو اس سے توبہ نہ کرے نکالا ہی نہ جائے۔ یہ اور اسکے علاوہ بھی حدیثیں اور آثار آئے ہیں خزانۃ الروایات میں اس مسئلہ کو خوب ھی بسط سے بیان کیا ہے۔ دستور السالکین میں لکھا ہے اگر کوئی یوں کہے کہ ایک مقلد عالم مجتہد تو نہیں ہے استدلال کرتا ہے قواعد اصول اور معانیٔ نصوص اور حدیثوں کو پہچانتا ہے کیا اسے ان حدیثوں پر عمل کرنا جائز ہے؟ اور یہ کس طرح درست ہوا سلئے کہ کہا گیا ہے کہ درست نہیں یہ کہ وہ عمل کرے مگر اپنے ہی مذہب کی روایتوں اپنے ہی امام کے فتووں پر اور بس اور نصوص قرآنی اور احادیث کے معانی میں اور ان پر عمل میں مشغول نہ ہو عامی کی طرح جواب یہ ہیکہ یہ تو نرے عامی اور اس جاہل کے متعلق ہے جو نصوص قرآنی اور احادیث کے معنی اور انکی تاویلیں نہیں جانتا ہو البتہ وہ عالم جو قرآنی نصوص اور معانی احادیث سے واقف ہے اور وہ درایت کا اہل ہے اور اسکے نزدیک اسکی صحت محدثین اور انکی معتمد مشہور متداول کتابوں سے ثابت ہو چکی ہے اسے اس پر عمل برابر درست ہے اگر چہ اسکے مذہب کے ہی مخالف ہے اس مسلک کی تائید امام ابو حنیفہؒ و محمدؒ و شافعیؒ اور انکے شاگردوں کے اقوال اور ہدایہ والے اور روضۃ العلماء ندویسیہ کے اقوال جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں ہیں۔ اسطرح سے کہ امام ابو حنیفہؒ سے کہا گیا آپ جب کوئی بات فرماویں اور کتاب اللہ اسکے خلاف ہو۔ جواب دیا میری بات کو کتاب اللہ کے مقابلہ میں چھوڑ دینا۔ پھر ان سے کہا گیا کہ رسول خدا ﷺ کی حدیث مخالف ہو، جواب دیا کہ میری بات کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے سامنے چھوڑ دینا۔ پھر کہا جب قول صحابہ مخالف ہو، جواب دیا میری بات کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی باتوں کے سامنے چھوڑ دینا۔ امتاع میں ہے بیہقیؒ نے قرأت قرآن مجید کے متعلق کلام کرتے ہوئے اپنی سند

سے سنن میں روایت کیا ہیکہ امام شافعیؒ نے کہا میں جب کہوں کوئی بات اور وہ نبی ﷺ کے خلاف ہو بس جو حدیث نبوی صحیح ہو وہی اولیٰ ہے۔ میری تقلید تم مت کرنا۔ امام الحرمین نے اپنی نہایہ میں امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا جب کوئی حدیث صحیح میرے مذہب کیخلاف ثابت ہو جاوے تو تم اسکی ہی پیروی کرنا اور سمجھ لینا کہ وہی میرا مذہب ہے۔ نیز ان کی منصوصات میں صحت کو پہنچ چکا ہے۔ انہوں نے کہا تمہیں جب میری طرف سے کوئی خبر پہنچے اور اس کیخلاف تمہیں صحیح حدیث مل جاوے تو یقین کر لینا کہ اسی صحیح حدیث کے بموجب میرا مذہب ہے۔ خطیبؒ نے اپنی سند سے روایت کیا ہیکہ دارکی شافعیہ میں سے کبھی شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کیخلاف بھی فتویٰ دیا کرتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ یہ تو دونوں اماموں کے مذہب کیخلاف ہے۔ جواباً کہتے ویل ہو تمہیں، فلاں نے فلاں سے اس نے نبی ﷺ سے اس اس طرح حدیث بیان کی ہے لہٰذا انکی باتوں سے حدیث کا لینا زیادہ بہتر اور لائق ہے جبکہ یہ دونوں آپ ﷺ کی مخالفت کریں اسی طرح اسکی تائید وہ کرتی ہے جو کہ ہدایہ میں روزہ دار کے پچھنے لگانے کے مسئلے میں بیان کیا ہے اس طرح کہ اگر روزہ میں سنگی لگوائے اور خیال کرے کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا پھر کھا لیا اس پر اعتماد کرتے ہوئے عمداً سو اس پر قضا اور کفارہ ہیکہ ظن دلیل شرعی سے وابستہ نہیں کیا گیا ہاں اگر کوئی فقیہ اسکے فساد کا فتویٰ دیدے تو فتویٰ دلیل شرعی ہوگا اسکے حق میں اور اگر اسے حدیث پہنچے اور اس پر بھروسہ کرے تو بھی امام محمدؒ کے نزدیک اسی طرح ہے اسلئے کہ ارشاد نبوی ﷺ مفتی کے قول سے کم نہیں ہوتا۔ کافی اور حمیدی میں ہے یعنی مفتی کے قول سے درجہ میں کم نہیں ہوتا۔ مفتی کا قول دلیل شرعی ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے تو رسول اللہ ﷺ کا فرمان تو بطور اولیٰ دلیل شرعی ہے۔ ابو یوسفؒ سے اسکے خلاف آیا ہے اسلئے کہ عامی پر اسکے فقہاء کی اقتداء ہے۔ عامی احادیث کے مقاصد تک نہیں پہنچ سکتا اور اگر اسکا معنی معلوم کر لے تو کفارہ واجب ہوگا، فتاویٰ مسافری میں اس پر اتفاق لکھا ہے۔ ابی یوسفؒ کے قول کہ عامی پر فقہاء کی اقتداء لازم ہے اسکا جواب یہ ہیکہ یہ محمول ہے خالص عامی جاہل ہو جو احادیث کے معنی و مراد سے واقف نہیں ہوتا۔ امام ابو یوسفؒ نے عدم اہتداء سے معرفت احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے اور انکا کہنا کہ اگر معنی پہچان لے تو کفارہ واجب ہے اس سے عامی غیر عالم کی طرف اشارہ ہے فرمایا ہے فتاویٰ حمیدی میں ہے عامی عامہ کی طرف منسوب ہے اور وہ جاہل ہوتا ہے۔ آپکے ان اشاروں سے معلوم ہو گیا کہ امام ابو یوسفؒ کی مراد بھی اس سے وہ جاہل ہے جو نص کے معنی اور مقصد کو نہیں پہچانتا۔

ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ اور امام محمدؒ کے اقوال سے یہ بات یعنی مذہبی روایت پر غیر مجتہد کو عمل لازم ہے نہ نص پر دفع

ہو گیا۔ ختم ہوا مضمون خزانۃ الروایات والے کا۔ اور عنایہ والے کا کلام واضح کرتا ہیکہ عامی وہ ہے جو تاویل نہ جانتا ہو۔ شیخ عبدالحق (محدث دہلوی) صراط مستقیم (شرح سفر السعادت) میں لکھتے ہیں مشہور مقولہ الصوفی لا مذہب لہ (صوفیوں کا کوئی مخصوص مذہب نہیں) اسکا مطلب یہ ہیکہ اپنے اس مذہب سے جسے اس نے اپنے عمل کیلئے منتخب کیا ہے اسمیں سے کسی روایت کو پسند کرے جو احوط اور صحیح حدیث کے موافق ہو اگرچہ اس مذہب کی ظاہر روایت اور مشہور بھی نہ ہو۔ ابن شحنہ نہایۃ النہایہ میں فرماتے ہیں اگر امام صاحب نے کسی حدیث کو اپنے طریق ضعیف ہونے کی وجہ سے ترک کیا ہے تو دیکھا جائے آیا اس کیلئے کوئی دوسرا طریق ہے اس امام کے طریق کے علاوہ کہ جسے اس نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھنے سے صحیح ثابت ہو جائے تو حدیث پر عمل کیا جائیگا۔ اور انہی کا مذہب قرار دیا جائیگا اس حدیث پر عمل کرنے سے انکا مقلد حقیقت سے باہر نہ ہوگا۔ بیشک صحیح ہوا ہے۔ امام صاحب نے کہا جب صحیح ہو جائے حدیث تو وہی میرا مذہب ہے اسی طرح کہا بعض ان لوگوں نے کہ جنھوں نے اس مقصد میں تصنیف کی بحر الرائق میں ہے اگر فتویٰ دریافت نہ کیا لیکن اسے نبی کریم ﷺ کی حدیث **افطر الحاجم والمحجوم** اور حدیث **الغیبۃ تفطری الصائم** پہنچ گئی مگر ناسخ منسوخ کی خبر نہیں اور نہ ہی اسکی تاویل کا علم ہے اسکو طرفین کے نزدیک

اس پر کفارہ نہیں کیونکہ ظاہر حدیث واجب العمل ہے البتہ ابو یوسف اسکے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں عامی کیلئے حدیث پر عمل ناسخ و منسوخ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے روا نہیں۔ ابن العز ہدایہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں ہدایہ والے کا قول اگر اسے حدیث **افطر الحاجم والمحجوم** پہنچ جاوے اور اس پر اعتماد کرلے امام محمدؒ کے نزدیک بھی اس پر کفارہ نہیں جبکہ سنگی لگوا کر کھالے اس خیال کی بنا پر کہ سنگی روزہ کو توڑ دیتی ہے حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے چونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان مفتی کے قول سے درجہ میں کم نہیں ہوتا اس عبارت میں مسامحت ہے بلکہ غلطی ہے بات تو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ امام ابو یوسفؒ اس کیخلاف ہیں وہ کہتے ہیں اس پر کفارہ ہے۔ عامی پر تو فقہاء کی اقتدا ضروری ہے۔ چونکہ اسے احادیث کی پہچان اور وجوہات کے معلوم کرنے کی طاقت نہیں انکی اس وجہ بیان کرنے میں اعتراض ہے وہ یہ کہ جب مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہوا اور عامی کو وہ حدیث پہنچ گئی جو ایک فریق کی دلیل ہے کس طرح کہا جائے کہ یہ معذور نہیں۔

اگر یوں کہا جاوے کہ وہ منسوخ تو پہلے بیان ہو چکا ہے جو اسکے معارض ہے وہ منسوخ ہے اور حدیث منسوخ سن کر عمل کرنے والا جب تک اسے ناسخ حدیث نہ پہنچے معذور ہے اسے یہ نہیں کہہ سکتے کہ حدیث صحیح سن کر عمل نہیں کیا بلا کسی کی رائے پر پیش کئے ہوئے۔ اس سے تو اتنا کہہ

سکتے ہیں کہ دیکھ کہیں منسوخ تو نہیں جب حدیث کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہو جیسا کہ اس مسئلہ میں ہے اس پر عمل کرنے والا ایک دم معذور ہے۔ مفتی کے فتویٰ میں احتمال خطا کا واقع ہونا بہت ہی اولیٰ ہے بہ نسبت اس حدیث میں نسخ کے احتمال واقع ہونے سے۔ ابو عمر ابن عبدالبر سے جب حدیث نبوی کہ پیشاب پاخانہ کے وقت نہ ہی قبلہ کی طرف منہ کرو اور نہ ہی پیٹھ ابو ایوب نے کہا ہم ملک شام جو پہنچے تو ہم نے سنڈاسوں کو قبلہ کی رخ بنائے ہوئے دیکھا تو ان سے انحراف کرتے اور اللہ عزوجل سے استغفار کرتے تو انہوں (ابو عمر بن عبدالبر) نے کہا اسی طرح کرنا چاہئے حدیث کے پہنچنے پر اور حدیث کے عموم کو اپنا معمول بنالے جب تک اسکا مخصص یا نسخ کرنے والا نہ پہنچے۔ انتہیٰ۔ امام شافعیؒ نے کہا۔ مسلمانوں نے اجماع کیا ہے اس امر پر کہ جسے سنت رسول ﷺ واضح ہو جاوے اسے اسکا چھوڑنا حلال نہیں۔ کسی امتی کے قول کی وجہ سے اور یہ بھی کہا ہیکہ منسوخ تو بہت ہی کم ہے۔ ابن جوزی نے ان منسوخوں کو چند ورقوں میں جمع کیا ہے جن کا نسخ صحیح ہے یا اس میں نسخ کا احتمال تھا لکھا اور جسمیں نسخ کی کوئی وجہ نہ تھی اور نہ ہی احتمال تھا اسکو چھوڑ دیا اور کہا کہ جو حدیث سن کر دعویٰ نسخ کا کرے وہ ان میں نہیں بس یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے پھر کہا میں نے ناسخ منسوخ میں غور کیا تو صرف اکیس حدیثیں نکلیں۔ عامی جاہل کو

جب مفتی کے قول کو لینا جائز بلکہ واجب بتایا گیا باوجود خطا و غلطی کے واقع ہونے کے احتمال کے کیونکر حدیث کو لینا جائز نہ ہو۔ اگر سنت رسول اللہ ﷺ ہی پر باوجود صحیح ہونے کے عمل بلا فلاں اور فلاں کے عمل کے درست نہ ہو تو انکا ارشاد عمل کیلئے شرط ہوا اور یہ بالکل ہی باطل ہے۔ اسی بنا پر تو اللہ عزوجل نے رسول اللہ ﷺ کی حجت قائم کر دی آحاد امت کے ساتھ نہیں۔ حدیث پر عمل کرنے اور اس پر بعد سمجھ لینے کے فتویٰ دیتے ہیں جس قدر خطا و غلطی کا احتمال ٹھہرایا جاوے اس سے کئی گنا اس آدمی کی تقلید میں کہ جسکی غلطی اور درستگی کا بھی علم نہیں حاصل ہے اور اس پر تناقض اور اختلاف اور کہنے کے بعد رجوع بھی جائز ہو اور ایک مسئلہ میں کئی کئی باتیں ہونا ثابت ہو تو اسکے متعلق ہیکہ جسمیں اہلیت ہے۔ رہا وہ کہ جسمیں اہلیت ہی نہیں اسکا فرض تو عدم علم کے وقت اہل علم سے دریافت کر لینا ہے جیسا اللہ میاں نے فرمایا ہے۔ جب فتویٰ لینے والے کو اعتماد کرنا جائز ہے اسکے کلام لکھے ہوئے پر یا اسکے استاد یا اس سے بھی اوپر والے کے کلام تو آدمی کا اعتماد کرنا ان چیزوں پر جن کو ثقہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے لکھا ہے بطور اولیٰ جائز ہوگا۔ اگر یہ بات مان لی جائے کہ اس نے حدیث کو نہیں سمجھا یہ تو اس طرح ہوا کہ کوئی مفتی کے فتوے کو نہ سمجھے تو جاننے والے سے دریافت کرے حدیثوں کا معاملہ بھی تو اسی طرح ہے ابن العز نے یہ بھی کہا

ہیکہ فتویٰ کے اماموں سے جو حدیث کا چھوڑنا وقوع میں آیا ہے سو وہ تو اجر کے لائق ہیں مگر جنہیں ان حدیثوں سے واضح ہو جائے تو وہ تقلید کی بنا پر معذور نہیں اس لئے کہ امام ابوحنیفہ ؒ وامام ابو یوسف ؒ نے کہا ہے ہماری باتوں کا لینا کسی کیلئے حلال نہیں جب تک ہمارے ماخذ سے واقفیت نہ ہو۔ اگر آدمی حنفی ہو یا مالکی یا شافعی یا حنبلی اور بعض مسائل میں اسے یہ معلوم ہو کہ دوسرے کا مذہب اسکے مذہب سے زیادہ قوی ہے اسکی اتباع کرے تو وہ اس امر میں بہت اچھا کرتا ہے کوئی قباحت نہ ہی اسکے دین میں اس سے آتی ہے اور نہ ہی عدالت میں بلا کسی نزاع کے بلکہ یہی زیادہ اولیٰ ہے حق کے ساتھ اور خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک زیادہ پیارا۔ لہذا جو شخص کسی ایک کو معین کر کے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ تعصب کرے اور اسکی تمام باتوں کو صحیح سمجھے اور واجب الاتباع جانے علاوہ دوسرے ائمہ متاخرین کے تو وہ گمراہ اور جاہل ہے بلکہ کافر ہو جاتا ہے توبہ کرائی جائے توبہ کرے تو بہتر ورنہ قتل کر دیا جاوے اسلئے کہ یہ آدمی جب یہ عقیدہ رکھے کہ لوگوں پر بعینہ ایک ہی کی اتباع واجب ہے ان اماموں سے نہ دوسروں کی تو اس نے اسکو نبی کے درجہ میں بنا دیا اور یہ کفر ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جائز ہے یا واجب ہے عامی نری جاہل پر یہ کہ بلا معین کئے ایک امام کی تقلید کرے ہاں جو محبّ دوستی رکھنے والا ان میں سے کسی ایک کی اس بنا پر تقلید کرے کہ وہ سنت کے موافق ہے تو وہ اسمیں بھلا کرنے والا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ انکے بعد سب متحد متفق تھے۔ اگرچہ بعض فروعات شرع میں انہوں نے اختلاف بھی کیا ہے انکا اجماع حجت قطعی ہے اور انکا اختلاف رحمت واسعہ ہے جو کسی ایک امام کیلئے تعصب کرے علاوہ تابعین کے تو وہ ایسا ہے جیسے کوئی صحابہ میں سے کسی ایک کیلئے تعصب کرے۔ رافضی، ناصبی، خارجی کی طرح سو یہ طریقہ تو بدعتیوں کا ہے اور اہل ہوا کا۔

کتاب اور سنت اور اجماع میں انکی مذمت ثابت ہوتی ہے اور شریعت سے خارج ہیں۔

جس کیلئے علم کی پوشیدہ باتیں ظاہر ہو جاویں اور پھر انکی پیروی کرے اس نے اچھا کیا خداوند اسے ہدایت کی ترقی دے۔ اللہ میاں فرماتے ہیں یوں کہو اے ربّ میرے علم میں ترقی کر۔ منجملہ فرنگیوں کے مغربی شہروں اور تاتاریوں کے مشرقی شہروں پر غلبہ کی وجہ سے تعصب اور فرقہ بندی اور فتنے مذہبی وغیرہ بہت ہو گئے۔ یہ سب کچھ خواہشات نفس اور اتباع ظن کا پھل ہے حالانکہ انکے پاس انکے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔ مضمرات سے نقل کیا ہے کہ حدیث اجتہاد سے بڑھ کر حجت ہے۔ روایت مذہبی صحیح حدیث کیخلاف ہو تو اسے ترک کیا جاوے۔ حدیث پر عمل ہی اولیٰ ہے مذہبی روایت سے کفایہ سے نقل کیا ہے کہ عمل نص صریح پر قیاس سے زیادہ

اولیٰ ہے یعنی اہل تحقیق نے کہا بلکہ ادنیٰ کتاب سنت اور تفسیر اور انکی فنون سے واقفیت رکھنے والے پر واجب ہے۔ ہر طرح تتبع کرنا صحیح اور غیر صحیح قوی اور غیر قوی میں تمیز کرنا بجز جسکی صحت اور کثرت بروایت ثابت ہو اس پر عمل کرے۔ اگرچہ اسکا امام اسکے خلاف ہی ہو۔ یہ بات بھی مخفی نہیں کہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال کرنا پہلی صدی میں قابل ملامت نہ تھا برابر بڑے بڑے علماء ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہو گئے ہیں۔ اسی طرح صحابہ و تابعین اور ائمہ اربعہ ایک قول سے دوسرے قول کی طرف منتقل ہوتے تھے۔ الحاصل حدیث پر عمل کرنا ایک اچھی سمجھ والے کی سمجھ کے موجب ہی دینی مصلحت ہے اور یہی سب کا مذہب ہے۔

یہ امام ابو حنیفہؒ فتوی دیتے اور کہتے کہ یہ وہ چیز ہے کہ ہم نے اپنے علم کے موجب قدرت پائی ہے جسے اس سے بھی واضح تر مل جاوے وہی زیادہ اولیٰ بالصواب ہو گا۔ اسی طرح تنبیہ مغترین میں ہے انہی امام ممدوح سے وارد ہے کسی کیلئے حلال نہیں ہمارے قول کو لینا جب تک اسکے ماخذ کو کتاب او سنت اور اجماع امت یا قیاس جلی سے مسئلہ میں واقف نہ ہو۔ امام شافعیؒ نے کہا۔ جب صحیح حدیث میرے قول کیخلاف ثابت ہو جاوے تو میری بات کو دیوار پر پٹک دینا اور حدیث پر ہی عمل کرنا۔ مُلّا علی قاریؒ نے اپنے رسالہ میں کہا یہ جو حنفیہ میں مشہور ہے کہ حنفی اگر شافعی مذہب قبول کر لے تو اسے تعزیر کی جاوے اور برعکس ہو تو معزول کیا جائے یہ بات اختراعی اور بدعی ہے۔ ہاں اگر کوئی طعن کی بنا پر اپنا مذہب چھوڑ دے خواہ حنفی ہو یا شافعی تعزیر کی جاوے اسی طرح وہ مقولہ کہ حنفی شافعی ہو جاوے تو اسکی گواہی مردود ہے اگرچہ وہ عالم ہو اختراعی اور بدعی ہے جیسا کہ جواہر الفتاویٰ کے اخیر میں ہے یہ بات اسی طرح ہے جس طرح تم نے دیکھا کسی مسلم کو جائز نہیں کہ ایسی بات بکے۔ اہل سنت والجماعت کے تمام مجتہد ہدایت پر ہیں اس امت میں سے کسی کو حنفی شافعی مالکی ہونا واجب نہیں ہے تو ان ائمہ اعلام سے کسی کی اتباع کرے بہ دلیل ارشاد خداوندی اہل ذکر سے دریافت کر لو اگر تمھیں علم نہیں ہے تو۔ بعض ہمارے اساتذہ نے کہا ہے عالم کی جس نے پیروی کی وہ خدا سے باسلامت ملیگا۔ رسالہ کی بات ختم ہوئی۔ انکی شرح عین العلم میں ہے احوط کا لینا مستحب ہے۔ جب اپنے امام کے قول کیخلاف کی دلیل راجح مل جاوے اسلئے کہ مکلّف رسول اللہ ﷺ کے حکموں کی اتباع کا مامور ہے۔ فتاویٰ ظہریہ میں ہیکہ کوئی اجتہادی کام کرے یا کسی مجتہد کی اتباع کرے اس پر نہ ہی عار ہے اور نہ ہی کسی قسم کی برائی اور نہ ہی اس پر کسی قسم کا انکار انتہی البتہ جو اجتہاد کا اہل نہیں اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف بدل جاوے مگر یہ کسی دینوی سہولت اور اغراض کی بنا پر تو یہ برا اور گنہگار ہے۔ حمادیہ

فتاویٰ میں اسی طرح ہے اور یہ جو زبان زد ہیکہ عمل فقہ پر ہے حدیث پرنہیں سو بکواس ہے اسکی کوئی وجہ ہی نہیں۔ظاہر ہیکہ فقہ کی بنیاد کتاب وسنت ہی پر ہے اجماع اور قیاس یہ دونوں ہی کتاب اورسنت ہی کی طرف پھرتے ہیں پھر فقہ پر عمل ثابت کرنے اور حدیث پر عمل نہ کرنے کے معنی کیا ہوئے فقہ پرعمل عین حدیث پرعمل ہے جیساتم نے معلوم کیا زیادہ سے زیادہ اسکی توجیہ یہ ہوسکتی ہے اور یوں کہا جاوے کہ یہ حکم ایسے شخص سے مخصوص ہے جو اسکے مخصوص اہل سے نہیں۔ بلکہ عوام کالہوام کی طرح ہیں۔حدیث کے معنی اور مراد کو نہیں سمجھتے اور صحیح اور ضعیف،مقدم اور موخر،مجمل اور مفصل اور موضوع اور غیر موضوع وغیرہ اقسام میں تمیز نہیں کر سکتے بلکہ جو بھی بطریق عنواں **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** اور **قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم** سامنے لایا جاوے تو وہ اس پر اعتماد کرکے آپکی طرف بلا امتیاز اور پہچاننے کے نسبت کردے۔یہ نہ معلوم ہوا سے کہ اسکا کہنے والا محدثین میں سے ہے یا کسی اور گروہ سے ہے۔اگر محدث ہے تو عادل ثقہ بھی ہے یا نہیں۔یا جید الحفظ ہے یا سئی الحفظ وغیرہ فنون حدیث سے۔

عامی جاہل پر حدیث پیش ہو اور کہنے میں آوے کہ وہ حدیث پر عمل کرتا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ حدیث موضوع ہوتی ہے وہ اس پر عدم امتیاز کی وجہ سے عمل کرے گا یا کبھی وہ حدیث ضعیف ہوتی ہے یا یہ بھی ہو کہ صحیح حدیث اسکے خلاف ہو۔تاہم ضعیف پر عمل کرے اور صحیح کو چھوڑ دے۔ علی ہذ القیاس یہ تمامی اپنے احوال میں غلطی اور خلط ملط کر دے گا۔اس جیسے کیلئے کہا جاتا ہے کہ وہ اسی پر عمل کرے جو فقیہ سے آیا ہے۔حدیث پر صرف سنتے ہی عمل نہ کرے اسلئے کہ اسے امتیاز ہی نہیں۔البتہ جو حدیث سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں اور فنون حدیث سے ماہر ہیں ان کیلئے یہ کبھی نہیں کہا جاسکتا ہے۔وہ فقیہ کے فقہ پر عمل کرتا رہے۔ گو اس بارے میں حدیث اس کیخلاف بھی آئی ہوں۔وجہ اسکی یہ ہیکہ یہ بات کہ عمل فقہ پر ہے حدیث پر نہیں۔گو کہ اسکی توجیہ بیان ہوئی۔تاہم اس کلمہ میں جو بھی بے ادبی اور برائی اور خرابی ہے پوشیدہ نہیں۔حدیث پر عمل کے انکار کا بکواس کرنا مطلقاً عاقل سے صدور نہیں ہوسکتا۔چہ جائیکہ کسی فاضل سے صدور میں آوے۔اگر اسکی توجیہ میں یوں کہا جاوے کہ جسے ہم نے ذکر کیا ہے کہ عمل فقہ پر ہے حدیث پر نہیں کہنے والا یہ بھی تو کہہ سکتا ہے کہ بعینہ اس توجیہ کی بنا پر کہ عمل فقہ پر ہے قرآن شریف پر نہیں۔اسلئے کہ جاہل قرآن کو کیا سمجھے اور نہ ہی اسے محکم اور متشابہ ناسخ و منسوخ، مفصل و مجمل، عام اور خاص وغیرہ اسکے اقسام میں بھی تمیز کرسکتا۔اس اعتبار سے یہ کہنا بھی صحیح ہوا کہ عمل فقہ پر ہے قرآن اور حدیث پر نہیں۔اسکی خرابی ظاہر ہے واضح کرنے کی ضرورت نہیں اور برائی اسکی بہت ہی روشن ہے۔چھپ نہیں سکتی بلکہ ایک مسلمان کیلئے لائق ہی نہیں کہ

اس سے صادر ہوں۔ اس قسم کی باتیں جو سمجھدار عقلمند پر پوشیدہ نہیں۔

جب یہ بات ثابت ہو چکی تجھ پر ہمارے اس بیان سے تو تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ اس مطلب پر امام سے تو کوئی نص وارد نہیں ہوئی۔ متبعین ائمہ پر جو کہ علمائے کرام ہیں عوام کو کون پوچھے انہیں لازم ہیکہ جو بات رسول اللہ ﷺ سے صحیح ہوئی اس پر عمل کرے اور جو انصاف بلا اعتساف سے کام لے گا معلوم کرلے گا کہ یہی طریقہ دینداروں کا ہے۔ سلف اور خلف کا اور جو اس سے ہٹا وہی ہلاک ہونے والا ہے۔ اسلئے کہ یہ وصف تو ایک جاہل معاند مکابر کا ہے گو لوگوں کے نزدیک اسکا شمار اکابرین میں ہوتا ہو۔ اس معنی میں شعر وارد ہوا ہے اہلِ حدیث ہی نبی ﷺ کے اہل ہیں گو آپکے نفس سے صحبت نہیں پائی انکے نفسوں نے تو صحبت حاصل کی ہے۔ اللہ میاں ہمیں محدثین کی اور انکے اتباع کی ائمہ مجتہدین سے محبت پر مارے اور علماء عاملین کے ہمراہ حشر کرے سید المرسلین کے جھنڈے کے نیچے۔ تعریف اللہ رب العالمین ہی کیلئے ہے محقق کا کلام ملخص طریقہ سے ختم ہوا۔ علامہ ولی الدین عراقی فرماتے ہیں دلائل پر غور کرنے سے کچھ حدیثوں پر عمل کی رخصت ملتی ہے اسلئے کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ صحابہ سب کے سب تو فقیہ اصلاحی تھے ہی نہیں دیہاتی جنگلی بھی تھے اور ایسے بھی تھے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے ایک ہی حدیث سنی تھی اور ایک ہی مرتبہ صحبت حاصل کی اس میں شک نہیں کہ جو ان میں سے رسول اللہ ﷺ یا کسی ایک صحابی سے بھی حدیث سن لیتے تھے تو اپنی سمجھ کے بموجب عمل ضرور کرتے خواہ وہ مجتہد ہوتے یا نہ اور یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ سننے والے غیر فقیہ فقیہ کی طرف اس حدیث مسموع میں رجوع کی تکلیف بھی دیئے گئے تھے۔ نہ ہی آپ ﷺ کے زمانے میں اور نہ ہی بعد کے صحابہ کے زمانہ میں۔ خدا ان سے راضی ہو۔

یہ غیر فقیہ کے حدیث پر عمل کے جواز پر آپ ﷺ کا ثابت رکھنا ہے اور صحابۂ کرام کا بھی اجماع ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی خلفاء غیر فقیہ صحابہ کو خصوصاً جنگلیوں کو فرماتے کہ بالمشافہ یا بالواسطہ نبی ﷺ سے جو لو اس پر عمل نہ کرنا۔ جب تک اسے فقہاء و محدثین پر پیش نہ کرلو۔

اس بارے میں کوئی اثر وارد ہی نہیں۔ یہی ارشاد **ما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا** وغیرہ آیات سے ظاہر ہے۔ چونکہ اس میں کسی قسم کی قید نہیں فرمائی کہ یہ فقہاء کی سمجھ پر منحصر ہے اس جگہ سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ حدیث صحیح پہنچنے کے بعد عدم ناسخ کے معلوم کرنے پر عمل منحصر نہیں۔ اور نہ ہی اجماع اور معارض کے معلوم کرنے پر بلکہ عمل لازم ہو جاتا ہے اور کرے یہاں تک کہ اسے کوئی موانع عمل ظاہر نہ ہو۔ عمل کیلئے اسی قدر کافی ہیکہ دراصل عمل سے کوئی شے مانع

نہیں۔ فقہاء نے اس اصل پر بہت سے امکانوں کی بنیاد رکھی ہے پانی وغیرہ میں انکی کتب میں تتبع کرنے والے پر شمار نہیں ہوسکتی اور یہ معلوم ہیکہ جنگل اور دور کے دیہاتی حضور ﷺ کے پاس ایک یا دو ہی مرتبہ حاضر ہوئے اور سب کچھ سن کر اپنے مقام کی طرف لوٹ جاتے اور اس پر عمل کرتے اور زمانہ بھی منسوخیت اور ردّ و بدل کا تھا۔ حضور ﷺ نے ان میں سے کسی کو بھی ناسخ و منسوخ کرنے کیلئے واپس آنے کا حکم دیا ہو۔ بلکہ آپ ﷺ نے اس آدمی کو برقرار رکھا تھا کہ جس نے یوں کہا تھا کہ خدا کی قسم میں اس سے کم ہرگز نہیں کروں گا۔ پھر آپ نے اس پر انکار بھی نہیں فرمایا کہ اس میں نسخ کا احتمال ہے۔ بلکہ آپ ﷺ نے تو یوں فرمایا اُس سے، اگر یہ سچ کہتا ہے تو جنت میں برابر جائیگا۔ اسی طرح حضور ﷺ نے جنگل وغیرہ کے رہنے والے صحابہ سے نہیں کہا کہ تم فقیہ مجتہد پر ناسخ منسوخ معلوم کرنے کی غرض سے پیش کرنا معلوم ہوا کہ ناسخ منسوخ کے بارے میں پہنچنے کا اعتبار ہے نہ کہ وجود کا۔ پہنچنے کے اعتبار کی دلیل یہی ہیکہ مکلّف منسوخ پر عمل کا مکلّف ہے جب تک اسکے پاس ناسخ نہ پہنچے، جب اسے ناسخ معلوم ہو جاوے تو اس پر عمل کو دہرانا لازم نہیں جو اس نے منسوخ پر کیا تھا بلکہ تصحیح کر دی اسکی منسوخیت قبلہ کی حدیث نے کعبہ کی طرف اسکی خبر قبا وغیرہ والوں کو مدینہ کے اطراف میں اسوقت پہنچی ہے کہ یہ لوگ منسوخ قبلہ کی طرف نماز پڑھ چکے تھے بعضے تو ایسے تھے کہ انہیں نماز ہی کے اثناء میں خبر پہنچی تھی اور بعضوں کو نماز پڑھ چکنے کے بعد نبی ﷺ نے اس پر ان لوگوں کو قائم رکھا ان میں سے کسی کو بھی اعادہ کا حکم نہیں فرمایا۔ یہ جو کہا جاتا ہیکہ معارض اور مخصص کی بحث کیئے بغیر عمل جائز نہیں اسکا کچھ اعتبار نہیں گو اجماع کا بھی دعویٰ کرے اگر مان بھی لیں اجماع تو صحابہ کا اجماع اور حضور ﷺ کا ثابت برقرار رکھنا تو مقدم ہی ہے بعد والوں کے اجماع پر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ہوسکتا ہیکہ یہ حدیث عدم صحت کے اعتبار سے ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ جس حدیث میں صحت معلوم نہیں اس میں تو کلام ہی نہیں کلام تو صحیح اور ثابت شدہ میں ہے۔ اسکے بعد عمل میں غیر فقیہ توقف کرے کسی فقیہ کی طرف مراجعت کرنے تک یا نہ مجھے بعد غور اور تامل کے جو واضح ہوا روایت اور درایت مسئلہ میں وہ یہ ہیکہ عمل دلیل شرعی پر فی نفسہ جائز ہے جب کوئی مانع عمل کے در پیش ہونے کا احتمال ہو اس حدیث کی طرح کہ جاہل کو پہنچے اور اس میں منسوخ ہونے کا احتمال ہو یا اجماع کے خلاف کا بھی مگر یہ احتمال دلیل سے پیدا نہ ہوا ہو۔ ہاں یہ احتمال کسی دلیل سے پیدا ہوا ہو تو وہ محل توقف ہے اور اگر کہا جائے کہ عمل کا جائز نہ ہونا اس وقت ہیکہ اس احتمال کی تفتیش نہ کی جاوے۔ ہوسکتا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

عامی کو جب یہ پہنچے کہ اس جگہ نسخ ہے یا اجماع کے

خلاف ہے تو یہ احتمال دلیل سے پیدا شدہ نہ تصور کیا جاویگا بلکہ اس احتمال کی کوئی اصلیت ہی نہیں۔ لہذا جواز عمل ہی کہنا ہوگا۔ ہاں بہتر یہ ہیکہ جس میں فتویٰ کی اہلیت ہو اس سے دریافت کیا جاوے۔ جب یہ بات پہنچے کہ آیتوں اور حدیثوں میں ایسی بھی ہیں کہ جن کا نسخ صحابہ میں مشہور تھا اور بعض اجماع کے خلاف تو ہدایہ سے تو یہ ظاہر ہوتا ہیکہ اس پر عمل کرنا امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے۔ ابن حجر مکی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں جسمیں سمجھ اور حدیث کی صحیح اور ضعیف کی پہچان کا مادہ ہی اصول و طربیت کا علم سلف کے اختلاف کا علم ہے تو جب صحیح حدیث اپنے امام کے قول کیخلاف پاوے تو اس کیلئے یہ جائز نہیں کہ حدیث کو چھوڑ دے اور اپنے امام کے قول پر عمل کرے۔ بیہقی نے روایت کیا ہے امام صاحب سے کہ نبی ﷺ سے جب آوے تو ہمارے سر اور آنکھوں پر صحابہ سے آوے تو ہم انکی باتوں سے پسند کر لیتے ہیں اور جب تابعین سے تو ہم انکی مزاحمت کرینگے ختم ہوا کلام۔ لامشی کے اصول میں ہے حدیث پر عمل کرنے میں کوئی عیب نہیں جس نے یوں کہا کہ مذہبی روایت عمل کے لائق ہے حدیث نہیں تو اس نے حدیث کی اہانت کی اور حدیث کی اہانت کرنا کفر ہے۔ اسی طرح بعض اہل علم نے فرمایا ہے مسلم کی شرح سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کا صحیح فرمان مجتہد کے قول سے زیادہ بہتر ہے۔ امام نووی کے شرح مہذب میں ہے امام کیخلاف جب حدیث ثابت ہو جاوے اور باوجود تلاش کے معارض نہ ملے تلاش کرنے والا قابل ہو اسے اپنے امام کے مذہب کو چھوڑ کر حدیث کو لینا چاہئے وہ حدیث اسکے چھوڑنے کیلئے حجت ہوگی یہ ابو طالب مکی کی قوت القلوب میں ہے۔

حضور ﷺ کی محبت سے یہ بھی ہے کہ راوی اور عقلیات پر آپکی سنت کو مقدم کرے۔ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ تزئین العبارۃ بتحسین الاشارۃ میں کہا کہ کیدانی نے خلاصہ میں ایک بہت ہی انوکھی بات لکھی ہے۔ لکھا ہے دسواں منجملہ محرمات کے تشہد میں انگلی کا اہل حدیثوں کی طرح اشارہ کرنا ہے یعنی ایسی جماعت کی طرح کہ جو احادیث رسول ﷺ کے علم سے بھرپور ہیں۔ یہ اسکی زبردست خطا ہے اور بڑا بھاری جرم صدور اسکا اصولی قواعد اور فروع کے مراتب سے جہالت کے باعث ہوا ہے اگر حسن ظن اسکے ساتھ نہ ہوتا اور اسکے کلام میں تاویل کی گنجائش نہ ہوتی تو اسکا کفر اور مرتد ہونا صریح اور صحیح تھا۔ بھلا کسی مومن کو لائق ہیکہ وہ حضور ﷺ کے ایسے فعل کو کہ تواتر تک پہنچا ہو کیونکر حرام کہے۔ اور ایسی چیز سے منع کرے کہ جس پر چھوٹے سے بڑے علماء عامل ہوں۔ حالانکہ امام اعظم اور پیشوا نے کہا ہے کسی کو ہماری بات لینا حلال نہیں جب تک کہ اسکے ماخذ کو کتاب اور سنت اور اجماع امت اور قیاس جلی سے اس امر میں نہ معلوم کرے

جب تم نے اسے معلوم کرلیا یادرکھو کہ اس مقصد پر اگرچہ امام کی نص نہ بھی ہو تب بھی انکے پیرو کا علماء عوام کو جانے دیں لازم ہیکہ حضور ﷺ سے جو صحیح ہو اس پر عمل کریں علی ہذا اگر مان لیا جائے کہ امام سے اشارہ کا انکار صحیح بھی ہوتا ہم اس میں تو شک نہیں کہ جو حضور ﷺ سے باسند ثابت ہوا ہے اسی کو ترجیح ہے۔ بھلا یہاں تو امام کی روایت صریح صحیح سند سے ثابت ہے لہذا جو انصاف سے کام لے اور تعصب کو جگہ نہ دے جان لے گا کہ یہی سلف اور خلف دینداروں کا مسلک ہے اور جس نے اس سے روگردانی کی ہلاک ہونے والا اور جاہل معاند مکابر ہوگا کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتنا ہی بڑا مشہور ہے۔ ختم ہوا کلام مُلّا علی قاری کا۔

امام شعرانی میزان کبریٰ میں لکھتے ہیں اگر یوں کہنے میں آوے کہ میں ان حدیثوں کو کیا کروں جو میرے امام کے مرنے کے بعد مجھے صحیح ملے انکو انہوں نے نہیں لیا تو اس کا جواب یہ ہیکہ تجھے ان پر عمل کرنا ہی لائق ہے اسلئے کہ اگر تیرا امام انکو پاتا اور انکے نزدیک صحیح طریقے سے پہنچ جاتیں تو وہ تجھے بالضرور عمل کا حکم دیتا اسلئے کہ تمام ائمہ دین شریعت مطہرہ کے قیدی ہیں۔ جس نے ایسا کیا بس اس نے دونوں ہاتھوں سے بھلائی جمع کرلی اور جس نے یہ کہا کہ میں تو حدیث پر اسی وقت عمل کرونگا کہ جب میرا امام اسے لے گا تو اس سے بہت سی بھلائی جاتی رہے گی جسطرح سے بہت سے مقلدین مذاہب کرتے ہیں ان

کیلئے تو ہر ان حدیثوں پر عمل کرنا بہتر ہے کہ جو انکے اماموں کے بعد صحیح ثابت ہوئی ہیں ائمہ کی وصیت کی بنا پر اسلئے کہ ہمارا عقیدہ ان ہستیوں کے بارے میں یہ ہے کہ اگر یہ لوگ ان حدیثوں کو پا لیتے تو وہ ضرور ہی انہیں لیتے اور ان پر عمل بھی کرتے ہوسکتا ہے کہ یہ جو انہوں نے اماموں کا قیاس کو مقدم کرنا نص پر انکی طرف نسبت کیا ہے کسی انکے مقلد کے کلام میں پایا ہوگا کہ جنھوں نے اپنے اوپر لازم رکھا ہو عمل کرنے کو جو بھی انہیں امام سے قیاس وغیرہ سے ملے اور حدیثوں کو چھوڑے جو اماموں کے مرنے کے بعد صحیح ملی ہوں یاد رہے کہ امام معذور ہے اسکے مقلد معذور نہیں اور ان کا یہ کہنا کہ ہمارے امام نے اسکو نہیں لیا قابل حجت نہیں اس وجہ سے کہ ہوسکتا ہے کہ انکو نہ پہنچی ہوں اگر پہنچی بھی ہوں تو انکو صحیح سند سے نہ پہنچی ہوں۔

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ تمام ائمہ نے بالاتفاق کہا ہے کہ جب صحیح حدیث ثابت ہو جاوے تو سمجھو ہمارا وہی مذہب ہے اسکے ساتھ کسی کے قیاس کو رسائی نہیں حجت تو صرف خدا اور سول اللہ ﷺ کی طاعت قبول کے ساتھ ہے یہ وہ چیز ہیکہ اکثر لوگ اسمیں مبتلا ہیں۔ جب یہ لوگ کسی شاگردان امام سے کسی مسئلہ میں پہنچ جاتے ہیں تو اسی کو امام کا مذہب تصور کر لیتے ہیں حالانکہ یہ انکی دھینگا مشتی ہے اسلئے کہ امام کا اصلی مذہب تو وہی ہے جو اس نے کہا ہے اور پھر اس سے رجوع نہیں کیا دمِ مرگ تک امام کا وہ مذہب

ہر گز نہیں جسکو انکے شاگردوں نے انکے کلام سے سمجھا ہے۔ ان اماموں پر پیش بھی کیا جاوے تو وہ خود اسکو نہ کہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو باتیں اماموں کے کلام سے سمجھی گئی ہیں انکی طرف نسبت کرنا انکے اصل مذہب سے جاہل ہونا۔ تمام ہوا کلام علامہ ابن الجوزی کا تلبیس ابلیس میں کہتے ہیں کہ یاد رکھو کہ مقلد کسی قابل وثوق چیز پر اپنی تقلید میں نہیں اسلئے کہ تقلید میں عقل کے نفع کو باطل کرنا ہے عقل کی خلقت تو تامل تدبر کیلئے ہے اور یہ بات بہت ہی بری ہیکہ کسی کو چراغ اجالے کیلئے دیا جاوے تو وہ بجھا کر اندھیرے میں چلے۔ یاد رکھو کہ اکثر مذہبیوں کے دل میں امام کی بات پر دلیل ڈھونڈنا گراں ہوتا ہے بس وہ ماننا ہی جانتے ہیں حالانکہ بات کی اصل دیکھنا چاہئے کہنے والے کو نہیں دیکھنا چاہئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جب حارثؔ اعور نے یوں کہا تھا کہ آپکا کیا یہ خیال ہے کہ طلحہ اور زبیر ناحق پر ہیں تو آپ نے جواباً کہا کہ اے حارث تجھ پر بات مخلوط ہوگئی ہے حق آدمیوں سے نہیں پہچانا جاتا حق کے ذریعے اسکے اہل کو پہچان انتھی امام ابن قیم فرماتے ہیں جب اس نفس مطمئنہ کے پاس تیری متابعت رسول حاضر ہوتی ہے تو یہ یعنی امارہ بالسوء بھی آ پہنچتی ہے اور حال و اقوال پر حکم کرانے کے اور طرح طرح کے گمراہ کن شبہات لا حاضر کرتی ہیں جو کمال متابعت سے روکتی ہیں اور قسم اللہ کی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے کیا مراد ہے۔ بس تم

اسمیں توقف کرو اللہ خوب جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں اسکی اصل غرض پیروی کی جیل ہے۔ اپنے مقصد کے بیابان میں پھرانا، محظوظ کرانا اور نفس امارہ بالسوء بتاتا ہیکہ نری متابعت نبوی اور آپ ﷺ کے قول کو قیاسوں پر مقدم کرنے میں علماء کی تنقیص ہوتی ہے اور بے ادبی اس سے ان پر بدگمانیاں ہونگی اور یہ خیال کرنا پڑے گا کہ انہوں نے حق ترک کر دیا تھا۔ ہم انکے بغیر صحیح و غلط کیسے کہیں ہمیں ان پر رد کی کیا طاقت اور انہیں قسمیں کھا کھا کر کہتی ہے کہ ہم تمھارے لئے برا نہیں چاہتے اچھا ہی چاہتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کی خبر خدا ہی کو خوب ہے تو ان سے منہ پھیر لے اور انکو نصیحت کر اور اپنے جی میں انہیں موثر بات کہہ معصوم کی نری متابعت اور انکے اقوال کے غیر معمول کرنے میں فرق یہ ہے رسول اللہ ﷺ کی باتوں پر کسی کے قول کسی کی رائے پھر وہ کوئی ہو مقدم نہ کرے بلکہ حدیث کی صحت پر نظر کرے اولاً پھر جب صحیح ثابت ہو جاوے تو ثانیاً اسکے معنے میں غور کرے واضح ہو جاوے تو اس سے نہ ہٹے اگرچہ مشرق اور مغرب والی تمام مخلوق مخالف ہو۔ معاذ اللہ امت حضور ﷺ کی باتوں کے ترک پر کبھی اتفاق نہیں کر سکتی امت میں کوئی نہ کوئی ایسی ہستی ضرور ہوگی جو اسکی قائل ضرور ہوگی گو کہ مجھے معلوم نہیں اس اپنی بے علمی کو خدا اور رسول پر نص کے ترک کرنے پر حجت مت ٹھہرا اور نہ ہی ضعیف ٹھہرا۔ یاد رکھ کہ اسکا بھی

قائل ضرور ہے ہاں مگر تجھے اسکا علم نہیں ہوا گو علماء کے مراتب اور انکی موالات دوستی اور انکی امانت وعزت اور اجتہاد فی الدین اور ضبط فہم و ورع کا اعتقاد ہے اور وہ اکہرے اور دوہرے اجر ومغفرت کے مستحق ہیں لیکن اس سے نصوص کا بیکار کر دینا اور ان پر انکے اقوال کا مقدم کرنا کسی شبہ کی بنا پر کہ وہ مجھ سے زیادہ واقف ہیں تو درست نہیں اگر ایسا ہی ہے تو نص کا قائل ہی زیادہ علم والا ہے پھر تو نے اسکی موافقت کیوں نہیں کی۔ اگر تو اپنے اس خیال میں سچا ہے تو اصل بات یہ ہے کہ جو علماء کے اقوال کو نصوص پر پیش کر کے موازنت کرے اور جو خلاف نص ہوا ہے ترک کرے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے اماموں کی باتوں کو چھوڑ دیا اور انکی کسر شان کی بلکہ اس نے تو عین انکی اقتدا کی اسلیئے کہ وہ سب کہہ گئے تھے اس بات کو بلکہ انکی مخالفت کرنا بہت آسان ہے انکے ان کلی قوانین کے کہ جنکا انہوں نے حکم دیا تھا اور اسکی طرف عوام کو بلایا تھا اور وہ اپنی باتوں پر نصوص کا مقدم کرتا ہے اس بیان سے عالم کی تقلید تمامی اقوال میں اور اسکی سمجھ سے اعانت حاصل کرنا اور اسکے علم کی روشنی سے روشنی لینے میں فرق واضح ہو گیا بھلا آدمی عالم کی تقلید کرنے والا اسکی بات کو بلا سوچے اور کتاب وسنت سے دلیل تلاش کیئے لیتا ہے۔ اور اعانت حاصل کرنے والا انکی سمجھ سے وہ انہیں دلیل کی جگہ کرتا ہے مگر جب مل جاتی ہے تو اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے اسے اب دوسرے کی

ضرورت نہ رہی جس نے تارہ سے قبلہ معلوم کیا تھا جب اس نے قبلہ ہی دیکھ لیا تو پھر استدلال کی اسے کیا ضرورت امام شافعیؒ نے کہا مسلمانوں نے اجماع کیا ہے جسے سنت رسول ﷺ واضح ہو جائے تو اسے کسی کے کلام کی وجہ سے اس کو چھوڑنا جائز نہیں اس سے اس حکم آسمانی میں جو واجب الاتباع ہے اور حکم مؤل میں جسکی اتباع زیادہ سے زیادہ جائز کہا جاوے فرق ظاہر ہو گیا کیوں بھلا وہ تو وہ ہے جسے خدا نے اپنے رسول ﷺ پر اتارا ہے وہ متلو ہو یا غیر متلو مگر جب صحیح ہو جاوے اور معارضہ سے پاک ہو تو وہ ہی حکم ہے جس سے وہ پروردگار اپنے بندوں سے راضی ہے اسکے سوا اس کیلیئے کوئی حکم ہی نہیں دوسرا تو وہی مجتہدین کے مختلف اقوال ہیں جنکی اتباع نہ ہی واجب اور نہ ہی اسکا مخالف کافر اور فاسق ان اقوال والوں نے یہ نہیں کہا کہ یہ خدا اور رسول کا ہی حکم قطعی ہے حاشا وکلا کہ وہ اس طرح کہیں رسول اللہ ﷺ سے اس کہنے کی ممانعت صحیح ہوئی ہے آپ کے ارشاد میں کہ آپ نے اپنے عامل سے کہا تھا تو کسی قلعہ والے کو محاصرہ کر لے اور وہ تجھ سے خدا اور رسول کا ذمہ طلب کرے تو تُو ان کیلیئے خدا اور رسول کا ذمہ مت کرنا بلکہ اپنا اور اپنے یاروں کا ذمہ کرنا اپنے اور اپنے یاروں کے ذمہ کو توڑنا آسان ہے خدا اور رسول کے ذمہ کو توڑنے سے اور اگر کوئی قلعہ والے تجھ سے اللہ کے حکم پر اُتارنے کی فرمائش کریں تب بھی منظور مت کرنا بلکہ تو انہیں اپنے فیصلہ اور حکم

پر اُتارنا اسلیئے کہ تجھے خبر نہیں کہ تم خدا کے حکم کو پہنچتے بھی ہو یا نہ یہ مسند احمد اور صحیح مسلم میں بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مروی ہے بلکہ یوں کہیں ہم نے اجتہاد کیا جسکے دل میں آوے قبول کرے یا نہ کرے۔ ان میں سے کسی نے بھی کسی امام کو لازم نہیں پکڑ رکھا۔ امام ابو حنیفہؒ نے کہا یہ تو میری رائے ہے ہاں جو اس سے بہتر لاوے میں بالضرور قبول کرونگا۔ اور خدا ہی کا حکم ہوتا تو پھر ابو یوسف اور محمد اور دوسروں کو اسکی مخالفت کب درست تھی۔ امام مالکؒ نے بھی اسی طرح کہا تھا۔ ہارون الرشید نے جب اس سے لوگوں کو مؤطا پر عمل کرانے کا مشورہ لیا تھا تو انکو امام مالک نے اس کام سے روک دیا تھا اور یوں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ شہروں ملکوں میں پھیل گئے تھے۔ ہر ایک شہری کے پاس جو حدیثیں ہوتی ہیں دوسروں کے پاس نہیں ہیں اور یہ امام شافعی ہیں انہوں نے اپنے شاگردوں کو تقلید سے منع کیا ہے اور انہیں حدیث کے مقابلہ میں اپنی بات چھوڑنے کی وصیت کی۔ اور یہ امام احمد ہیں۔ انکار کرتے تھے انکے فتاویٰ لکھنے والوں اور انہیں تدوین کرنے والوں پر اور فرماتے نہ میری تقلید کرنا اور نہ ہی فلاں وفلاں کی اور لے تو وہاں سے جہاں سے انہوں نے لیا ہے۔ ابن القیم کا کلام ختم ہوا۔ میں کہتا ہوں اگر اس قسم کے لفظوں کی تلاش کی جاوے تو میں نے جس قدر بیان کئے اس سے زیادہ ملینگے حدیث پر عمل کرنے کے دلائل بہت مشہور ومعروف ہیں جنہیں

یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ابلیس لعین نے بہت لوگوں پر خلط ملط کر دیا۔ اور اُنہیں حدیث چھوڑ کر قیاس پر ہی عمل اچھا کر دکھایا اور انہیں یہی وہم ڈالا کہ یہی اولیٰ اور بہتر ہے اس سبب سے ابلیس نے حدیث خیر البشر پر عمل سے لوگوں کو محروم کر دیا یہ زبردست آفتوں میں سے ایک آفت ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ زبردست عجوبہ تو یہ ہے کہ انہیں بعض صحابہ سے کوئی بات صحیح حدیث کیخلاف پہنچتی ہے اور پھر اس کیلیئے کوئی بات نہیں بنا سکتے تو صحابہ کی حدیث نہ پہنچنے کو جائز قرار دے لیتے ہیں اور یہ بات ان پر گراں نہیں گزرتی۔ اور ہے بھی یہی صحیح اور درست مگر جب انہیں کوئی حدیث اپنے امام کیخلاف پہنچ جاتی ہے تو اسکی دوٗر و نزدیک کی تاویلوں میں خوب کوشش کرتے ہیں اور دوٗر و نزدیک کے احتمالات میں بھی بلکہ بسا اوقات کلام میں تحریف تک کر لیتے ہیں ان سے اگر یوں کہا جاوے جبکہ بات نہ بن سکتی ہو کہ شاید تمہارے امام کو حدیث نہ پہنچی ہو تو بس اسکے کہنے والے پر قیامت برپا کر دینگے اور خوب مذمت اور برائی سے پیش آویں گے بسا اوقات تو اسے حقیروں میں شمار کرتے ہیں اور گراں ہو جائیگا ان پر اے عقل مند تو ذرا ان مسکینوں کو تو دیکھ کہ یہ لوگ کیسے ابوبکر وغیرہ کیلیئے تو حدیث کے نہ پہنچنے کو جائز بتاتے ہیں اور یہی بات مذہبی اماموں کے حق میں ناروا قرار دیتے ہیں حالانکہ فرق ان دونوں فریق میں آسمان وزمین کا ہے تم انہیں

دیکھتے ہو یہ لوگ حدیث کی کتابیں پڑھتے پڑھاتے مطالعہ کرتے ہیں اسلئے نہیں کہ اس پر عمل کریں بلکہ اپنے امام کیلئے دلائل تلاش کرنے کی غرض سے اور جو انکے خلاف ہو اُنکی تاویل معلوم کرنے کی وجہ سے اور خوب ہی مبالغہ کرتے ہیں دوٗر دوٗر کے احتمالات میں اور ہر طرف سے جب مایوس ہو جاتے ہیں تو صرف اس قدر کہہ کر علیحدہ ہو جاتے ہیں کہ ہمارے امام ہم سے زیادہ حدیث جانتے تھے۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ یہ اپنی ذات پر اللہ کی حجت قائم کرتے ہیں دلیلوں پر عمل نہ کرنے میں عالم اور جاہل سب برابر نہیں جب انکا ایسی حدیث پر گزر ہوتا ہے کہ جو اپنے امام کے موافق ہو خوب پھیل جاتے ہیں اور جب ایسی حدیث پر انکا گزر ہوتا ہے کہ وہ اپنے امام کے مذہب کیخلاف ہو یا دوسرے امام کے مذہب کے موافق ہو تو سکڑ جاتے ہیں۔ کیا انہوں نے ارشاد خداوندی نہیں سنا کہ اے محمد ﷺ تیرے رب کی قسم ایمان والے نہیں ہونگے جہاں تک کہ وہ آپ کو اپنے اختلافات میں حکم پنچ نہ بنائینگے پھر آپکے فیصلہ کو بلا چوں و چرا تسلیم نہ کرینگے۔ مشارق الانوار میں صنعانی نے کہا ہے میں ربیع الاوّل کی گیارہویں شب کو ۶۲۲ھ میں سویا اور میں نے خداوند سے التجا کی کہ اے میرے رب مجھے نیند میں اپنے نبی محمد ﷺ کو دکھلائیو اور تمہیں میرے شوق کا علم ہے سو میں نے کچھ نیند کے بعد شب میں دیکھا کہ میں اور نبی ﷺ گویا ایک بالا خانہ میں ہیں اور ہمارے دوست احباب ہم سے نیچے بالا خانے کی سیڑھیوں کے پاس بیٹھے ہیں۔ میں نے کہا اے رسول اللہ ﷺ دریائی مردہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کیا وہ حلال ہے۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا ہاں میں نے سیڑھی والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا حضور ﷺ آپ میرے دوستوں سے فرمائیے وہ میری تصدیق نہیں کرینگے آپ نے فرمایا تب تو انہوں نے مجھے گالی دی اور پھر عیب لگایا۔ میں نے کہا حضور ﷺ یہ کس طرح آپ نے کچھ فرمایا بعینہٖ تو یاد نہیں مگر اسکے معنی یہ ہیں کہ تو نے میری بات کو ایسے لوگوں پر پیش کیا جو اسے قبول نہیں کرتے پھر آپ انکی طرف متوجہ ہوئے اور لگے انہیں نصیحت اور ملامت کرنے اس روز کی صبح جب میں نے کی تو خدا سے پناہ چاہتا تھا کہ میں حضور ﷺ کی حدیثیں اس رات کے بعد صرف ایسی ہی ہستیوں پر پیش کرونگا جو آپکو اپنے اختلافات میں پنچ ٹھہراویں اور پھر اپنے جی میں آپکے فیصلہ پر تنگی نہ پاویں اور بہ خوشی تسلیم کر لیں۔ ختم ہوا کلام صنعانی کا۔

بہت سے ان متعصب گروہ میں ایسے بھی ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے آپ باوجود علمی فضائل کے دعوے دار ہونے کے اور سیکھنے سکھانے اور اپنے اماموں کیلئے دلائل پیش کرنے کے کیوں عمل نہیں کرتے تو حدیث نہ سمجھنے کا دعویٰ کر دیتے ہیں اور یہ ایک نہایت تعجب کی بات ہے۔

اگر میں ان عجائب کا ذکر کروں جو ان میں ہیں تو بات بہت ہی بڑھ جائیگی۔ اتنے میں ہی کفایت ہے جسے خدا نے بصارت بخشی ہے۔سیدھا درست راستہ بتا دیا ہے۔فائدہ۔ بحر الرائق میں ہے۔تقلید مجتہدوں میں سے کسی کی بھی چاہے درست ہے۔اگر آجکل کی طرح مذاہب مدّون بھی ہو چکے ہوں۔

اسے ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے کو اختیار کرنا درست ہے۔یہ بات جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اس پر کتاب وسنت اور سابقین لاحقین علماء کے اقوال دلالت بھی کرتے ہیں۔اور جو اس کے خلاف کہے اسکا کوئی اعتبار نہیں۔اس لئے کہ جو بات کتاب اور سنت رسول ﷺ اور متدین علماء کے فرمانوں کیخلاف ہو۔وہ اس کی بات مردود ہے۔

میں تو اسے بے علم اور زبردست متعصب سمجھتا ہوں اللہ میاں ہی توفیق دے ان چیزوں کی جنہیں وہ دوست رکھے اور ان سے راضی ہو۔

تمت بالخیر

